

شاہ ولی اللہ اور مسئلہ اجتہاد

محمد مظہر تھانوی

۳

مجتہد مطلق کے لئے بعض ضروری شرائط ۱۔ (۱)۔ امام غزالی نے مجتہد مطلق کے لئے ایک شرط یہ لکھی ہے کہ وہ عادل ہو اور ان معاصی سے مجتنب ہو جو عدالت کو مجروح کر دیتے ہیں۔ لیکن خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ عدالت قبولیت فتویٰ کے لئے شرط ہے صحت اجتہاد کے لئے شرط نہیں۔
ابن حنبل نے بھی عدالت کو صرف قبولیت فتویٰ کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ ۲۔

۲۔ علامہ شاطبی نے مقاصد شریعت کے کامل فہم کو ضروری قرار دیا ہے۔ ۳۔

۳۔ امام شافعی صحت فہم اور حسن تقدیر کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ۴۔

۴۔ بعض حضرات نے صحت نیت اور سلامت اعتقاد کو ضروری قرار دیا ہے۔ ۵۔

ان میں سے آخری دو باتوں کی ضرورت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا اور چوں کہ یہ بنیادی ہیں جن کا ہر مجتہد میں ہونا ضروری ہے، غالباً اسی لئے دوسروں نے اور شاہ صاحب نے بھی انہیں مستقل شرائط کے طور پر ذکر نہیں کیا۔

مجتہد مطلق کے لئے بعض متبادل فیہ شرائط ۱۔ (۱)۔ دلیل عقلی کے علم کو امام غزالی نے شرط قرار دیا ہے۔ امام فخر الدین رازی اور ایک جامعہ بھی یہی کہتی ہے۔ لیکن دوسرے لوگ جن میں شاہ صاحب بھی شامل ہیں اسے شرط قرار نہیں دیتے کیوں کہ اجتہاد کا مدار اولہ شرعیہ پر

۲۔ تحریر، ص ۵۲۳۔

۱۔ مستصفیٰ، ۲ ج، ص ۳۵۰۔

۲۔ الوتر، ۱، اصول فقہ، ص ۳۷۳۔

۲۔ موافقات، ۲ ج، ص ۵۶۔

۵۔ ایضاً۔

۴۔ مستصفیٰ، ۲ ج، ص ۲۵۰۔

۵۔ ایضاً۔

ہے اولہ عقلیہ پر نہیں۔

۲۔ اصول دین کا علم۔ معتزلہ کے نزدیک اصول دین کا علم مجتہد کے لئے ضروری ہے لیکن جہود کا مسلک یہ ہے کہ ضروری نہیں اور بعض لوگوں نے یہ تفصیل کی ہے کہ ضروریات کا علم مجتہد کے لئے ضروری ہے مثلاً وجود و صفات باری اور آوردہ اعیان کی تصدیق۔ لیکن اصول دین کے دقائق کا علم ضروری نہیں۔ امام غزالی بھی کہتے ہیں۔ اور آمدی کا مسلک بھی یہی ہے۔

اس سلسلہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لئے اصول اعتقاد کا علم ضروری ہے۔ لیکن امام غزالی ہی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ اسے مسکلیں کے طریقہ کے مطابق اور ان کے دلائل کے ساتھ اصول اعتقاد کا علم ہو۔

۳۔ فروع کا علم۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ فروع کا علم بھی مجتہد کے لئے ضروری ہے۔ استاد ابوالحسن شیرازی اور استاد البرمنصور بھی کہتے ہیں۔ امام غزالی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اجتہاد فروع کی عمارت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگ اسے شرط قرار نہیں دیتے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لئے فقہ کا جاننا ضروری نہیں۔

امام غزالی کی یہ بات کہ ہمارے زمانہ میں اجتہاد فقہ کی عمارت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے بھی نقل کی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجتہد مطلق حنبل کے لئے ہے مجتہد مطلق مستقل کے لئے نہیں، جس طرح مجتہد مستقل کے لئے صحابہ اور تابعین کے کلام کا علم ضروری ہے، اسی طرح مجتہد مطلق متنب کے لئے مجتہد مطلق مستقل کے نصوص کا علم ضروری ہے۔

۱۔ ارشاد، ص ۲۵۲ - ۲۔ تقریر، ج ۳ ص ۲۹۲

۳۔ مستصفیٰ، ج ۲ ص ۲۵۲ - ۴۔ آمدی، ج ۳ ص ۱۳۹

۵۔ عقد، ص ۸۶ - ۶۔ ارشاد، ص ۲۵۲

۷۔ مستصفیٰ، ج ۲ ص ۲۵۳ - ۸۔ ارشاد، ص ۲۵۲

۹۔ عقد، ص ۷ - ۱۰۔ ایضاً -

شاہ صاحب نے اگرچہ ایک جگہ لکھا ہے کہ اصل معنی اجتہاد آنست کہ جلد عقیدہ از احکام فقہ دانستہ باشد ہادہ تفصیلہ۔ الخ۔ لیکن جس طرح بقول شاہ صاحب امام غزالی کی فقہ کی عاریت کی بات مجتہد متنب کے متعلق ہے اسی طرح شاہ صاحب کی یہ بات بھی مجتہد متنب ہی سے متعلق ہے۔ اسی لئے شاہ صاحب نے مجتہد متنب کی ایک خصوصیت یہ بھی لکھی ہے کہ وہ علم حدیث اور اپنے اصحاب سے مروی فقہ اور اصول فقہ کا جامع ہوتا ہے۔
مجتہد مطلق کے دو قسمیں :- مجتہد مطلق کی دو قسمیں ہیں مستقل اور متنب (یا مجتہد غیر مستقل)۔ ۱۔

مجتہد مستقل :- مجتہد غیر مستقل کے مقابلہ میں مجتہد مستقل کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔
 ۱۔ ان اصول و قواعد میں تصرف جن پر اس کے مجتہدات کی بنیاد ہوتی ہے اور جن سے وہ فقہ کا استنباط کرتا ہے۔ ۲۔

۱۔ ازالہ۔ ج ۱ ص ۴۔ ۲۔ عقد، ص ۴۲۔

۳۔ عقد البیہ، ص ۱۱۰، ۱۱۱۔ الانصاف، ص ۷۱، ۷۲، ۷۳۔

۴۔ ایضاً۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں نہیں امام شافعی میں واضح طور پر نظر آئیں گی۔ (ایضاً)۔

۵۔ اصول میں تصرف کی مثال میں شاہ صاحب نے امام شافعی کو پیش کیا ہے فرماتے ہیں کہ یہ چیز نہیں کتاب الام کے شروع میں ملے گی کہ امام شافعی نے اداکل کے استنباط کے طریقے ذکر کر کے ان پر استدلال بھی کیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں شیخ ابو طاہر کے اسل سے خود اپنی سند کے ساتھ امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اصل قرآن و سنت ہے ہذہ ان دونوں پر قیاس اور جب کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا اس کی اسناد آپ سے صحیح ہو تو وہ سنت ہے اجماع کا درجہ غیر مفرد سے بڑا ہے۔ حدیث کو اس کے ظاہر پر ممول کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس میں متعدد معانی کا احتمال ہو تو جو معانی ظاہر سے زیادہ مشابہ ہوں وہ اولی ہوں گے۔ اور جب متعدد احادیث صحیح ہو جائیں (باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۲)۔

۲۔ آیات اور احادیث کا متبع، اللہ کے احکام کا علم، مختلف احادیث کے درمیان جمع، متحمل احادیث کی تفسیر، متعارض دلائل میں سے بعض کے مقابلہ میں بعض کا اختیار، احتیاطی راہ کا بیان اور ان دلائل میں سے ماخذ احکام پر متنبہ۔ ۱۔

۳۔ قرون مشہور لہذا بالخصیر میں جن مسائل کا جواب نہیں دیا گیا، ان دلائل کی روشنی میں، ان پر گفتگو کرنا اور تفریحات کے ذریعہ ان کا جواب معلوم کرنا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجتہد مستقل ان غصلتوں میں کثیر التعمق اور اپنے اقوال پر خائف ہوتا ہے۔

شاہ صاحب اپنے مذاق کے مطابق مجتہد مستقل کے بارے میں ایک مزید بات فرماتے ہیں کہ آسان سے اس کی قبولیت بھی نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ علماء میں سے مفسرین، محدثین، اصولیین اور کتب فقہ کے حفاظ کی جماعتیں اس کے علم کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ اور جب اس قبولیت پر کئی قرن گزر جاتے ہیں تو یہ دلوں کی گھرائیوں میں پوسٹ ہو جاتی ہے۔ ۱۔

مجتہد متنبہ پر مجتہد متنبہ میں حسب ذیل خصوصیات ہوتی ہیں:-

- ۱۔ وہ اپنے شیخ کے اصول کو تسلیم کرتا ہے اور دلائل کے متبع اور ماخذ پر متنبہ کے سلسلہ میں اپنے شیخ کے کلام سے بکثرت استعانت کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے دلائل کی رو سے احکام کا یقین ہوتا ہے اور وہ مسائل کے استنباط پر تادور ہوتا ہے خواہ یہ مسائل کم ہوں یا زیادہ۔
- ۲۔ مجتہد مستقل کے جو میں امتیازی خصائل ذکر کئے جا چکے ہیں، مجتہد متنبہ ان میں سے پہلی

(بقیہ حاشیہ) تو اولیٰ وہ ہو گی جس کی اسناد زیادہ صحیح ہو۔ اور ایسا المسیب کے منقطع کے سوا کسی کا منقطع قابل اعتبار نہیں۔ اور ایک اصل کو دوسری اصل پر تکیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور اصل کے ہائے میں یہ دکھا جائے گا کہ ایسا کیوں ہے البتہ یہ بات فرع کے بارے میں بھی جاسکتی ہے۔ اور جب اصل پر تکیاس صحیح ہو تو حجت قائم ہو جائے گی۔ (الانصاف، ص ۷۲-۷۳)۔

۱۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امام شافعی کے علم کا قریب قریب دو ٹوٹ ہے۔ (مجموعہ)

۲۔ الانصاف، ص ۷۲۔

۳۔ عقد المجید، ص ۱۰۔

خصلت یعنی اصول و قواعد میں تصرف کے سلسلہ میں مجتہد مستقل کا مقلد ہوتا ہے اور دوسری
خصلت میں اسی کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ لہ

بالفاظ دیگر مجتہد مستقل دلائل کی ترتیب، استنباط کے قواعد اور دو متعارض دلیلوں میں جمع
کے طریقے مفرد کرتا ہے اور مجتہد منتسب یہ تمام مسائل اسی سے لیتا ہے۔ لہ

۳۔ اپنے امام سے موافقت کے مقابلہ میں اس کا استدلال زیادہ ہوتا ہے تاہم وہ فی الجملہ
صاحب مذہب کی طرف منتسب بھی ہوتا ہے اور اپنے مذہب کے اصول و فروع میں
ان لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے جو کسی دوسرے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ لہ

۴۔ اس کے بعض مجتہدات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا جواب پہلے کسی نے نہ دیا ہو، لیکن اس کے
مجتہدات ان مسائل کے مقابلہ میں کم ہوتے ہیں جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہو۔ جدید
پیش آمدہ مسائل میں اپنے امام پر اعتماد کئے بغیر وہ براہ راست کتاب و سنت اور
ائمہ سلف کی طرف رجوع کرتا ہے۔ لہ

۵۔ مجتہد مطلق منتسب علم حدیث اور اپنے اصحاب سے مروی فقہ اور اصول فقہ کا جامع ہوتا
ہے۔ لہ

مجتہد منتسب کے دو قسمیں :- مجتہد منتسب کی دو قسمیں ہیں۔ مجتہد منتسب مطلق اور مجتہد

منتسب مقید۔ مجتہد کے سامنے اگر ایسے مسائل آئیں جن کے بارے میں مجتہد مستقل کے حکم میں کوئی
نص موجود نہیں ہے تو کچھ لوگ تو مجتہد مستقل ہی کی طرح اولہ شریعہ سے استنباط کرتے ہیں یہ لوگ مجتہد
منتسب مطلق کہلاتے ہیں اور کچھ لوگ نوائے خطاب یا طر و ملت کے ذریعہ مجتہد مستقل کے قول پر
تفرج کرتے ہیں، انہیں مجتہد منتسب مقید کہا جاتا ہے۔ لہ

مجتہد مطلق منتسب کا طریقہ کار :- شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مجتہد مطلق منتسب کا طریقہ کار

۲۔ انوار، ج ۲ ص ۸۳۔

۱۔ الانصاف۔ ص ۷۴

۴۔ الانصاف۔ ص ۹۰۔ ۹۱۔

۳۔ الانصاف۔ ص ۹۰۔ ۹۱۔

۶۔ ازہر۔ ج ۲ ص ۸۳۔

۵۔ مختار۔ ص ۴۲۔

یہ ہوتا ہے کہ مالک، شافعی، ابو حنیفہ، ثوری اور دوسرے ان مجتہدین میں سے ہمارے علماء ہتھیار ہیں، جو مسائل اور فتاویٰ منقول ہوتے ہیں انہیں یہ لوگ سب سے پہلے موطا اور مصحیحین پر پیش کرتے ہیں، پھر ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی احادیث پر، پھر جو مسئلہ نفع یا اشارۃ سنت کے موافق ہوتا ہے اسے قبول کر لیتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں اور جس مسئلہ کے خلاف کوئی صریح حدیث موجود ہوتی ہے اسے رد کر دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے اور جس مسئلہ کے بارے میں احادیث اور آثار مختلف ہوتے ہیں ان میں باہم تطبیق کی کوشش کرتے ہیں، یا اس طور کہ مفسر کو مبہم کے لئے حکم قرار دیتے ہیں یا ہر حدیث کو جدا گانہ محمل پر حمل کرتے ہیں یا اس کے سوا اور دوسری صورتیں اختیار کرتے ہیں۔ پھر اگر وہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ سنن و آداب سے متعلق ہے تو اس کی ہر صورت کو سنت قرار دیتے ہیں، اور اگر حلال و حرام سے یا قضاء سے متعلق ہے اور صحابہ، تابعین اور مجتہدین کا اس میں اختلاف ہے، تو اس میں دونوں یا اس سے زیادہ جتنے اقوال ہوں، ان سب کو درست قرار دیتے ہیں، اور ان اقوال میں سے جو شخص جس قول کو بھی اختیار کرے، اس پر وہ کوئی نیکر نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں وسعت ہے، بشرطیکہ احادیث و آثار ہر جانب کے شاہد ہوں۔ اس کے بعد وہ بقدر امکان یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان میں سے اقوالی اور ارجح صحت کون سی ہے۔ اس کی قوت درجمان، وہ، یا تو، روایت کی قوت سے معلوم کرتے ہیں، یا اس طرح سے کہ صحابہ کی اکثریت نے اس پر عمل کیا ہے، یا اس طرح سے کہ مجتہدین کا مذہب وہی ہے، یا اس طرح سے کہ وہ قیاس اور اپنی دوسری نظیروں کے زیادہ موافق ہے۔ پھر اسی اقوالی پر عمل کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ اس شخص پر کوئی نیکر کریں جس نے دوسری صورت اختیار کی ہے۔

لیکن اگر انہیں کسی مسئلہ میں ان دونوں طبقوں یعنی موطا و مصحیحین، پھر ترمذی، ابو داؤد اور

۱۔ شاہ صاحب نے کتب حدیث کو حسب ذیل چار طبقات پر تقسیم کیا ہے:-

طبقة اولیٰ: موطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

طبقة ثانیہ: سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور مجتبے نسائی۔ مستدرک احمد بھی قریب قریب اسی طبقہ کی کتاب ہے۔ زہدین نے تجرید صحاح اور ابن اثیر نے جامع الاصول دینی حاشیہ کے ساتھ پر

نسائی، میں کوئی حدیث نہیں ملتی تو وہ کتب حدیث کے میسرے طبقہ میں صحابہ و تابعین کے آثار تلاش کرتے ہیں اور اس پر غور کرتے ہیں کہ ان کے کلام میں سے کوئی دلیل یا علت سمجھ میں آرہی ہے یا نہیں۔ اگر کسی بات پر ان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن جو کچھ انہوں نے کہا ہے، اگر اس پر ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا، بلکہ اس کے خلاف کسی دوسری صورت پر دل مطمئن ہوتا ہے، اور وہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں مجتہد کا اجتہاد نافذ ہو سکتا ہے اور پہلے اس پر اجماع بھی نہیں ہوا، اور ان کے پاس اس کی صریح دلیل موجود ہوتی ہے تو ائد سے استعانت اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ یہ صوبت اگرچہ شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے لیکن بڑی دشوار ہے اور اس میں وہ پوری احتیاط برتتے ہیں کہ ان کے قدموں کو لغزش نہ ہونے پائے۔ لیکن اگر ان کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں ہوتی تو وہ سواد اعظم کا اتباع کرتے ہیں۔ اور جس مسئلہ میں سلف کا کوئی نص یا کوئی صریح تعبیل ہوتی ہے اس میں وہ کتاب، سنت یا صحابہ و تابعین کے آثار سے کسی نص یا اشارہ کی جستجو کرتے ہیں، اگر مل جاتا ہے تو اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔

مجتہدین حسب کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ وہ ہر معاملہ میں ایک عالم کی تقلید کریں خواہ ان کا

(بقیہ حاشیہ) میں اس طبقہ اور اس سے پہلے طبقہ کی طرف اکتفا کیا ہے۔

طبقہ ثالثہ:- مسانید و جوامع اور وہ مصنفات جو بخاری و مسلم کے زمانہ سے پہلے یا ان کے زمانہ میں تصنیف کئے گئے۔ مثلاً مسند ابی علی، مصنف عبد اللہ زریق، مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند طباطبائی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی کی کتابیں۔

طبقہ رابعہ:- کتاب الفضل انما بن حیان، کامل ابن عدی، خطیب، ابوالفیم، جوزجانی، ابن عساکر، ابن النجاشی اور دیگر کی کتابیں، مسند خواندہ بھی قریب قریب اسی طبقہ کی کتاب ہے۔

(محبتہ ابالفتح - ج ۱ ص ۳۳-۱۳۵)

۷۔ مولانا محمد احسن خان قوی نے عقائد الجید کے ترجمہ میں اس موقع پر دو طبقوں سے صحابہ اور تابعین کے طبقات مراد لئے ہیں۔ مولانا سے یہ مساحت بری ہے۔

دل کسی بات پر مطمئن ہو یا نہ ہو۔ مجتہد متنب کے اسی طریقہ کار کو شاہ صاحب فقہار محدث بھی میں سے مستثنیٰ کا طریقہ کار قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ سہ۔
اس موقع پر شاہ صاحب نے اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ مجتہدین متنب یا فقہائے محدثین میں سے محققین، اُن اصحابِ ظواہر اہل حدیث میں سے بھی نہیں ہوتے جو نہ قیاس کے قائل ہیں اور نہ اجماع کے، اور نہ ان متقدمین اصحابِ حدیث میں سے ہوتے ہیں جو مجتہدین کے اقوال کی طرف قطعاً توجہ نہیں کرتے۔ البتہ ان کا طریقہ اصحابِ حدیث کے طریقہ سے بہت مشابہ ہوتا ہے کیوں کہ اصحابِ حدیث جو صورتِ مسائل صحابہ و تابعین میں اختیار کرتے ہیں، وہی طریقہ یہ لوگ مجتہدین کے اقوال میں اختیار کرتے ہیں۔ سہ۔

مجتہد مطلق متنب کے طریقہ کار کا خلاصہ:۔ مجتہد مطلق متنب کے اسی طریقہ کار کو ایک موقع پر شاہ صاحب نے اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ مجتہد مستقل کے مقابلہ میں مجتہد متنب کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مجتہد مستقل مسائل کو ہر باب میں پھیلاتا ہے اور اہم مسائل کی ایک معتد بہ مقدار تحریر کر دیتا ہے اس کے بعد مجتہد متنب، قرآنِ عظیم کی تفسیر، سنت، آثارِ سلف، لغت عرب اور قواعد استنباط کا کچھ حصہ یاد کر کے مجتہد مستقل کے پھیلائے ہوئے مسائل میں غور کرتا ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی نص یا کسی آیت یا کسی حدیث کا مفہوم موافق یا مخالف، اس مسئلہ کے موافق، اسے مل جاتا ہے تو فوراً المراد، اور اگر نہیں ملتا، اور مسئلہ کی صورت ظاہر ہوتی ہے تو اسے قبول کر لیتا ہے۔ اور اگر اس کے مخالف، کتاب، سنت، قیاس جلی اور اجماع اُمت میں کوئی قوی دلیل اسے مل جاتی ہے تو تقلید کو ترک کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں قوی دلیل کو اختیار کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مخالف قول موجود نہیں ہوتا اور مسئلہ کی صورت بھی ظاہر نہیں ہے تو وہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرتا ہے۔ یا تو توقف کرتا ہے، یا مجتہد مستقل کے قول پر اعتماد کر لیتا ہے۔ سہ۔

